شعر اقبال پر فارسی ادبیات کے اثرات

ڈاکٹر یاسمین کوثر، اسٹنٹ پروفیسر (اردو)، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ
ڈاکٹر شگفتہ فردوس، اسٹنٹ پروفیسر (اردو) / ڈائریکٹر سٹوڈنٹ افیئرز، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر ارم صبا، اسٹنٹ پروفیسر (شعبہ اقبالیات)، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور

ABSTRACT:

Allama Muhammad Iqbal's reputation in the subcontinent is mostly due to his Urdu poetry, but his Persian speech was by no means inferior. Persian language was not his mother tongue but because of Syed Mir Hassan's education and training sharpened his Persian and Arabic skills. He remembered Saadi's "Gulistan", "Bostan" verbally at the age of about twelve. Influences of the great Persian poets and philosophers are visible on the Kalam e Iqbal. Among them are the names of Bedal, Rumi, Hafiz Shirazi, Nazeri, Sheikh Mahmood Shabstri, and Sheikh Saadi. In 1915 Iqbal's first Persian collection, was published under the name "Israr e Khudi". The love of Iqbal's Persian language can be gauged from the fact that by 1934 against one Urdu book, "Bang Dura" six Persian poetry books were published. Iqbal's Persian books were sent to some Iranian teachers such as Saeed Nafisi, Syed Mohammad Moheet Taba Tabai, etc. and Iqbal used to receive letters of thanks from these scholars. Khaleefa Abdul Hakeem says that some of Iqbal's Persian Ghazals are so excellent that if they are included in the Diwan Hafiz, readers will not be able to distinguish between the words of the Iqbal and Hafiz. Iqbal was greatly influenced by classical Persian traditions of Maulana Rome, whom he called "Peer e Roomi" and he used to call himself as "Mureed e Hindi". Iranian scholars are appreciative to Iqbal's Persian poetry and research on Iqbal in Iranian universities is going on.

Key Words: Allama Iqbal, Bostan, Gulistan, Persian Ghazal, Peer e Rumi, Mureed e Hindi, Persian Poetry and Literature.

علامہ اقبال کثیر المطالعہ متنوع جہات کے حامل ایسے مفکر و شاعر ہیں جن کے اثرات نہ صرف اردو بلکہ فارسی ادب کی شعری روایت پر بھی مرتسم ہوئے۔ انہوں نے اپنے فکر و فلسفہ سے نہ صرف معاصرین کو بلکہ اپنی آنے والی نسلوں

کو بھی متاثر کیا۔ جس طرح کوئی شخص اپنے عہد میں ہونے والی تبدیلیوں سے کنارہ کش ہو کر نہیں رہ سکتا بالکل اسی طرح ہر دور میں بعض تخلیق کار اپنی فکری اُچھ یا اسلوبیاتی خوبیوں کی وجہ سے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ علامہ نے بھی اپنے معاصر ادب کا عمیق مطالعہ کیا۔ وہ مشرقی علوم و فنون سے بخوبی آشنا تھے خصوصاً فارسی ادبیات پر اُن کی گہری نگاہ تھی اور اُن کی دسترس میں یورپی ادب بھی تھا۔ اُنہوں نے مشرق و مغرب کی شعری، فکری اور فلسفیانہ جہت سے استفادہ بھی کیا اور اسے اپنے افکار سے متاثر بھی کیا۔ انہوں نے فارسی زبان میں شاعری کرتے ہوئے اسے اپنے آفاقی پیغام کی ترسیل کے لیے سب سے زیادہ معاون قرار دیا۔ اُن کے فارسی میں چھ شعری مجموعے "اسرار خودی" (۱۹۱۵ء)، "رموز بے خودی" (۱۹۱۷ء)، "پیام مشرق" (۱۹۲۳ء)، "زبور عجم" (۱۹۲۷ء)، "جاوید نامہ" (۱۹۳۲ء)، "مسافر" (۱۹۳۴ء)، "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" (۱۹۳۶ء)، اور "ارمغان جاز" (۱۹۳۸ء)، شائع ہوئے جو اُن کے کمال فن کا بین ثبوت ہیں۔ اپنے فارسی کلام میں علامہ نے نہ صرف فارسی کی قدیم شعری روایت کو برتا بلکہ اس میں اپنی ندرتِ فکر سے نیا پن پیدا کیا۔ علامہ کی شاعری پر یہ اثرات فکری اور فنی دونوں سطح پر ملتے ہیں اس کی بنیادی وجہ۔ فارسی کے اردو ادب پر اثرات اور ہمارے اس زبان کے ساتھ صدیوں سے قائم تہذیبی ورثے کی بنا پر ہے۔ جس کی وجہ سے اُردو کی نثری و شعری اصناف پر بھی فارسی کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ فارسی اگرچہ علامہ اقبال کی مادری زبان نہیں تھی لیکن سید میر حسن نے انہیں اس حوالے سے بے حد متاثر کیا اور اُن کی عربی و فارسی زبان کی تعلیم و تربیت میں کلیدی کردار ادا کیا یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اوائل عمری ہی میں تقریباً بارہ برس کی عمر میں گلستان اور بوستان سعدی کو یاد کر لیا تھا۔ آگے جا کر علامہ نے پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان "The Development of Metaphysics in Persia" ("فلسفہ عجم") تحریر کیا۔ اقبال ہندوستان واپس آنے تک خود کو فارسی شاعری کے لیے تیار کرتے رہے۔ ڈاکٹر عبدالشکور احسن علامہ اقبال کی اس فارسی شناسی اور اس پر اُن کی دستگاہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فارسی شاعری کی روایات، اسالیب، متنوع فنی خصوصیات اور جمالیاتی کیفیات پر علامہ کی گہری نظر تھی۔ وہ نہ صرف فارسی کے بڑے شعرا کے کلام کے دلدادہ تھے بلکہ اُن کے خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں بعض کم اہم شعرا کے بارے میں بھی حیرت انگیز معلومات حاصل تھیں۔"

انہوں نے فارسی زبان و ادب کے عظام کا عمیق مطالعہ کیا، انھیں بیدل، رومی، حافظ شیرازی، نظیری، شیخ محمود شبستری، شیخ سعدی کی شاعری نے متاثر کیا۔ علامہ نے ان فلسفیوں اور شعرا سے کسب فیض اور ان کی کاوشوں کو سراہا بھی۔ ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان فارسی شعرا کے کلام کے مطالب کو نیا پیکر عطا کیا اور ان خیالات کو مزید وسعت و گہرائی عطا کی۔ کہیں کہیں انہوں نے اپنی دلی کیفیات کے اظہار کے لیے کرنے کے لیے ان کے کلام پر تضمین بھی کی۔ اس کی ایک مثال "زبور عجم" میں شیخ محمود شبستری کی مشہور مثنوی "گلشن راز" کے ایک شعر پر علامہ نے شیخ فرید الدین عطار سے محبت و عقیدت کے اظہار میں تضمین کی اور اسے "گلشن راز جدید" کا عنوان دیا:

مرا زین شاعری خود عار ناید

کہ در صد قرن یک عطار ناید (2)

علامہ کے ان کی فارسی اشعار میں بہت شستگی اور روانی پائی جاتی ہے، وہ آمد کی صورت میں شعر کہتے تھے بعض اوقات ایک نشست میں کئی اشعار کہہ جاتے۔ شیخ عبدالقادر نے "بانگ درا" کے دیباچہ میں ایک واقعہ لکھا کہ کسی نے اقبال سے پوچھا کہ کیا آپ فارسی شاعری بھی کرتے ہیں تو علامہ نے جواب دیا کہ انہوں نے سوائے ایک آدھ شعر کہنے کے، فارسی میں لکھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اس واقعے نے کچھ ایسی تحریک پیدا کی کہ علامہ اس رات بستر پر لیٹے لیٹے فارسی کلام کہتے رہے اور صبح جب شیخ صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی تو علامہ نے فارسی کی دو تازہ غزلیں سنائیں۔ انہوں نے فارسی کا انتخاب کرنے کی وجہ ۶ ستمبر ۱۹۳۱ء میں لندن میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے دنوں میں ایک دعوت میں شرکت کے دوران یہ بتائی کہ "بعض اصحاب یہ خیال کرتے رہے ہیں کہ فارسی زبان میں نے اس لیے اختیار کی کہ میرے خیالات زیادہ وسیع حلقے میں پہنچ جائیں، حالانکہ میرا مقصد اس کے بالکل برعکس تھا۔ اقبال کی فارسی شاعری کے بارے میں پروفیسر حمید احمد خان نے بھی ایک واقعہ درج کیا کہ علامہ اقبال نے جب اردو کلام لکھنا ترک کیا تو ان سے اس بارے میں استفسار کیا گیا کہ یہ بجائے کہ اب آپ کارجمان فارسی کی جانب مائل ہے لیکن اردو کا بھی حق ہے تو علامہ نے اس پر فرمایا کہ: (It comes to me in Persian) (مجھ پر شعر وارد ہی فارسی میں ہوتا ہے۔) " (3) کیونکہ انہیں اس زبان پر پوری قدرت حاصل تھی اور وہ اپنا مطمح نظر بہت کھل کر بیان کرتے تھے۔ جس کا اعتراف مختلف نقادوں نے کیا ہے کہ:

"علامہ کے کلام اور مکتوبات سے فارسی زبان، اُس کے مزاج، اُس کے کلام اور محاورات

اور ان کی معنوی، لسانی، اور نفسیاتی خصوصیات پر ان کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔" (4)

اقبال اپنی شاعری کے پیغام کو فارسی زبان کے ذریعے دنیا تک پھیلانا چاہتے تھے۔ اقبال نے مولانا عبدالقادر گرامی کے نام متعدد خطوط میں فارسی ادبیات کی جانب اپنی بڑھتی ہوئی دلچسپی کا اظہار بھی کیا اور ان سے فارسی ادب کی قدیم و جدید اہم تصانیف کی فہرست ارسال کرنے کو بھی کہا کہ جب انہیں فرصت ملتی ہے تو فارسی اساتذہ کے اشعار پڑھ کر لطف اٹھاتے ہیں۔ اسی عدم دلچسپی کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ جب انہیں فرصت ملتی ہے تو فارسی اساتذہ کے اشعار پڑھ کر لطف اٹھاتے ہیں۔ اسی دوران انہوں نے اپنی مثنوی "اسرار خودی" تحریر کرنے اور اس میں مشرقی و مغربی علوم سے استفادے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس دور میں علامہ کافطری میلان فارسی کی جانب بڑھ گیا اور وہ اس میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنا زیادہ موثر سمجھتے تھے اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اردو اشعار لکھنے سے دل برداشتہ ہوتا جاتا ہوں۔ فارسی کی طرف زیادہ میلان ہوتا جاتا ہے

اور وجہ یہ کہ دل کا بخار اردو میں نکال نہیں سکتا۔" (5)

گرچہ	ہندی	در	عذوبت	شکر	است
طرز	گفتار	دری	شیریں	تر	است
فکر	من	از	جلوہ	اش	مسور
خامہ	من	شاخ	نخل	طور	گشت
پارسی	از	رفعت	اندیشہ	ام	
در	خور	با	فطرت	اندیشہ	ام (6)

علامہ اقبال کے کتب خانے میں بہت سے فارسی شعر کی کتب موجود ہیں۔ جو ان کی اس زبان و ادب سے محبت کا ثبوت ہے۔ 1908ء میں اقبال جب اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آئے تو انہوں نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی ادبیات پر بھی توجہ دینا شروع کی۔ انہوں نے فارسی گوئی کا باقاعدہ آغاز مثنوی "اسرار خودی" سے کیا جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔ 1934ء تک ان کے اردو کے ایک مجموعہ کلام "بانگ درا" کے مقابل چھ فارسی کتب شائع ہوئیں۔ اگرچہ ان میں کچھ اردو کلام بھی شامل ہے لیکن زیادہ کلام فارسی میں ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں تمثیلی انداز کو جگہ دی جس کی اس سے قبل مثال مشرقی شاعری میں کم ملتی ہے۔ حتیٰ کہ پروفیسر عبدالمغنی کے مطابق جدید فارسی شعر میں بھی اقبال اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"فارسی کا کوئی جدید شاعر ان کی تب و تاب کا حریف نہیں لیکن جاوید نامہ کی تمثیلات تو مشرقی شاعری میں فقید المثال ہیں۔ فارسی شاعری کا پورا دفتر ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اتنے بڑے پیمانے پر اتنی تنظیم کے ساتھ شعر نگاری کا اب تک کسی نے حوصلہ ہی نہیں کیا۔" (7)

اقبال کا دائرہ اثر بہت وسیع تھا ان کے بعض ایرانی دانشوروں کے ساتھ بھی روابط تھے جس کی وساطت سے ان کی فارسی کتب ایران کے بعض اساتذہ مثلاً سعید نفیسی، سید محمد محیط طباطبائی وغیرہ تک پہنچ جاتی تھیں۔ پھر ان کتب پر اقبال کو جوابی شکرے کے خطوط موصول ہوتے تھے۔ خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ "اقبال کی چند فارسی غزلیں اس درجہ بلند پایہ ہیں کہ اگر ان کو دیوان حافظ میں شامل کر دیا جائے تو قارئین، اقبال اور حافظ کے کلام میں فرق نہیں کر سکیں گے"۔ (8) ان کے ہاں فارسی شعرا کے شعری اسالیب کے حوالے سے انتخاب ملتا ہے۔ اقبال نے کچھ فارسی گو شعرا کے خیالات کو اپنے انداز سے بیان کیا انھوں نے حافظ اور مغلیہ دور کے شعرا سے بھی اثرات قبول کیے، اس لیے ڈاکٹر سید عبداللہ نے انہیں "عراقی ہندی روایت کا شاعر کہا۔ (9) اعلامہ قبال نے کلام حافظ شیرازی کے ان پہلوؤں سے گریز کرنے کو بھی کہا جو انسان کو حالات سے نبرد آزما ہونے کے بجائے فرار کی راہ دکھائی۔ البتہ غزل گوئی میں اقبال کے لب و لہجے اور صوتی آہنگ میں حافظ کے اثرات ملتے ہیں۔ جس میں کچھ غزلوں میں ہمیں اقبال کے ہاں فنی و جمالیاتی اثرات ملتے ہیں۔ انہوں نے ان کی اس شاعرانہ عظمت کو تسلیم کیا۔ اس حوالے سے چند اشعار یہ ہیں

بملا زمان سلطان خبرے دہم زرازے
کہ جہاں توں گرفتن بنوائے دل گدازے
مرید ہمت آں رہروم کہ پا نگداشت
بہ جاہ کہ درو کوہ و دشت و دریا نیست (10)

کرداری نظمیں اور تمثیلی انداز کلام اقبال کا ایک خاص وصف ہے۔ انہوں نے ان کرداروں کے ذریعے حکیمانہ نکات اور اپنا مطمح نظر بیان کیا، جو حافظ شیرازی کا خاص انداز رہا ہے۔ علامہ کا بنیادی مقصد ان کی نظموں میں موجود مثالی کرداروں کے ذریعے رہبری و رہنمائی کا فراہم کرنا تھا۔ وہ اپنی شاعری میں خاص طور پر ایسے کردار تخلیق کرتے ہیں جن میں ڈرامائیت کا عنصر شامل ہوتا۔:

مطرب مے خانہ دوش نکتہ دل کش سرود

بادہ چشیدں خطاست ، بادہ کشیدن رواست (11)

- مثنوی "اسرار خودی" میں جہاں علامہ اقبال کی انفرادیت کے کئی پہلو نمایاں ہوتے ہیں وہیں معنوی سطح پر اقبال

کے بعض اشعار میں حافظ شیرازی کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھیں:

چیست یار انبعد ازین تدبیر ما

رخ سوی میخانہ دار دپیر ما" (12)

اور حافظ شیرازی کا یہ شعر ملاحظہ کریں:

دوش از مسجد سوی میخانہ آمد پیر ما

چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیر ما" (13)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے علامہ اقبال کے کلام پر حافظ شیرازی کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "اقبال کے فارسی

کلام پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حافظ کے حسن اختراع، حسن ترکیب اور حسن آہنگ کا اثر

علامہ اقبال پر تمام عمر رہا۔" (14) انہوں نے ان کے اشعار پر تفسیریں بھی کی۔ مثلاً:

بملک جم نہ دہم مصرع نظیری را

"کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست" (15)

اقبال کی فارسی شاعری کا اسلوب، زبان کی لطافت، ادبیت اور نفاست قابل ستائش ہے۔ وہ تمثیل و ترنم کی ایسی

فضا پیدا کرتے ہیں جس میں امید و عمل کا پیغام نمایاں ہے، یہی وجہ ہے کہ "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" کے ذریعے

انہوں نے جمود کی کیفیت کا خاتمہ کیا۔ ایران کے اہل علم و دانش بھی اقبال کی فارسی شاعری کے نہ صرف دلدادہ ہیں بلکہ اُن

کے کلام کو تحسین کی نگاہ سے دکھا جاتا ہے حتیٰ کہ ایرانی جامعات میں اقبال پر ترجمہ و تحقیق کے میدان میں کام کیا جا

رہا ہے۔ اقبال نے اپنی فارسی گوئی کی وجوہات بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اُردو کی نسبت فارسی میں فلسفیانہ خیالات کے

اظہار کی زیادہ صلاحیت ہے جس سے ان کا پیغام دیگر اسلامی ممالک اور یورپ تک پہنچ سکتا ہے۔

اقبال کی فارسی شاعری کا اسلوب خاص اہمیت کا حامل ہے۔ جسے انہوں نے ایک نئے معنوی آہنگ سے روشناس

کیا۔ انہوں نے سکول کے زمانے ہی سے مختلف اساتذہ سے استفادہ جاری رکھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن کا کلام فارسی اہل زبان

کے مقابل بڑے فخر سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کی شاعرانہ اُچھ میں بھی ہمیں اردو شعرا سے زیادہ اُن پر فارسی گو شعرا کے اثرات ملتے ہیں کیوں کہ اُن کی فکر میں گہرائی ملتی ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"بنیادی طور پر اقبال اردو سے زیادہ فارسی کے شاعر ہیں اور ذہنی رشتے کے اعتبار سے میر، ولی اور درد وغیرہ کے مقابلے میں شعراے فارسی مثلاً رومی، حافظ، عرفی، فیضی، بیدل وغیرہ کے زیادہ قریب ہیں۔۔۔ فارسی شاعری کی تاریخ میں اقبال کا امتیاز خاص یہ ہے کہ انھوں نے فارسی شاعری کی لفظیات کی از سر نو تطہیر کی۔" (16)

اقبال فارسی کے کسی خاص دبستان سے تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے کلام میں خراسانی، ترکستانی دبستان شعر کے بھی اثرات نظر آتے ہیں۔ ایران کے ملک الشعرا بہار نے اقبال کو عہد حاضر کی فارسی شاعری کا نمائندہ خاص اور ماضی کے ہزاروں شاعروں میں یکتا بتایا ہے۔ اس حوالے سے تجزیہ کرتے ہوئے رفیق خاور کا کہنا ہے کہ:

"اقبال نے اپنا ایک سبک قائم کیا ہے جو ہندی اور ایرانی سبکوں سے جدا اور منفرد ہوتے ہوئے ان سب پر حاوی بھی ہے یعنی ان سب کی جداگانہ خصوصیات کی روح ان کی تصنیف میں سمو دی گئی ہے اور ان کے سب کو قدیم و جدید کلاسیکی و رومانی اسالیب کی شان طرح داری کا بھرپور رنگ رنگ مجموعہ قرار دیتی ہے۔" (17)

اقبال نے زیادہ تر ہندوستانی فارسی میں شاعری کی لیکن ان پر ایران کی کلاسیکی فارسی کے گہرے اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ اقبال کے سبک شعر میں ان کا اپنا منفرد رنگ شامل ہے جس کی وجہ سے اقبال کے انداز کو ان کے نام کے ساتھ منسوب کر دیا ہے:

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت

واحدے کز صد ہزاراں بر گزشت (18)

مولانا غلام قادر گرامی شاعر خاص نظام دکن عمر میں اقبال سے بڑے تھے لیکن ان کا باہم بہت گہرا تعلق تھا۔ وہ فارسی کے نامور شاعر تھے جن سے تعلق کی وجہ سے علامہ نے اُن کے نام نوے خطوط درج کئے۔ اقبال ان سے اپنے فارسی کلام میں اصلاح بھی لیتے تھے۔ اُن کے مراسم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اقبال اکثر علی بخش کو بھیج کر مولانا غلام

قادر گرامی کو بلوایا کرتے تھے۔ بڑی دیر تک گپ شپ لگاتے رہتے۔ خود مولانا غلام قادر گرامی نے علامہ اقبال کی فارسی شاعری کو پیغمبرانہ صفات کا حامل ٹھہرایا:

در دیدہ معنی نگراں حضرت اقبال

پیغامبری کردد پیہر نہ توای گفت (19)

اقبال کا یہ شعر شیخ سعدی کی حکایت کے اس جملے سے ماخوذ ہے:

"دوبادشاہ در اقلیے نہ گنجند "

چہ عجب اگر دو سلطان بہ ولایت نہ گنجند

عجب ایں کہ می گنجند بدو عالے فقیرے (20)

علامہ اقبال کی تخلیقات میں مشرق و مغرب کی بہترین فلسفیانہ و شعری روایات سے کا پر تو بھی ملتا ہے اور انہوں نے ان روایات کو جدت سے آشنا کر کے ان کی معنوی حیثیت کو وسعت عطا کی ہے۔ انہوں نے ان عظیم شعر اور فلسفیوں سے اپنی محبت کا اظہار بھی جا بجا کیا ہے، کبھی یہ اظہار نظم کے عنوانات کی صورت میں اور کبھی شعر کی صورت میں ہے۔ ان ہستیوں سے کسب فیض کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ہنگل اور گوسٹے نے اشیا کی باطنی حقیقت تک پہنچنے تک میری رہنمائی کی۔ بیدل اور غالب

نے مجھے یہ سکھایا کہ مغربی اقدار اپنے اندر سمولینے کے باوجود اپنے جذبے اور اظہار میں مشرقیت کی

روح کیسے زندہ رکھوں اور ورڈز ورتھ نے طالب علمی کے زمانے میں مجھے دہریت سے بچالیا

۔" (21)

مرزا غالب نے بھی فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کی لیکن ان کی فارسی گوئی اردو کے مقابل زیادہ ہے۔ ان کی شاعری میں ہندی طرز شعر نمایاں ہے۔ شیخ عبدالقادر نے اقبال کی اردو اور فارسی شاعری میں دسترس کے حوالے سے انہیں غالب کا ایک نیا جنم قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں:

"اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اردو اور فارسی کی

شاعری سے جو عشق تھا اس نے ان کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر

کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے اور اس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔" (22)

اقبال نے بعض شعرا کے کلام پر تضمین بھی کی جن میں بیدل اور مرزا غالب بھی شامل ہیں۔ غالب کے ایک شعر کو "پیام مشرق" کے حصہ "نقش فرنگ" کی نظم "پیام" میں یوں تضمین کیا ہے:

مژدہء صبح درین تیرہ شبانم دادند
شع سکتند و ز خورشید نشانم دادند (23)

انہوں نے جب ۱۹۲۶ء میں بی اے کا فارسی کورس مرتب کیا تو اس میں "نکات بیدل" سے کچھ منتخب حصہ شامل کیا۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں بھی بیدل کا ذکر کیا ہے اور "بانگ درا" میں شامل نظم "مذہب" میں انہیں مرشد کامل قرار دیا اور بیدل کے اشعار کی تضمین بھی کی:

باہر کمال اند کے آشفنگی خوش است
ہر چند عقل کل شدہ بے جنوں مباح (24)

اقبال امید پسند شاعر تھے جن کی نگاہ ہمیشہ مستقبل کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کرنے پر رہی۔ وہ انسان کو پرمردگی اور مایوسی کی فضاؤں سے نکال کر اید کی روشنیاں دکھانا چاہتے تھے۔ اُن کی بیدل سے فکری مناسبت کی ایک وجہ بیدل کی شاعری رجائی پہلو اور تقدیر پر انسان کے غالب آجانے کی صلاحیت بھی ہے، جس سے ہر فرد کی اُس صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"بیدل کے کلام میں تڑپ اور تب و تاب اور اضطراب آرزو کی بڑی آمیزش ہے، جس کا سرچشمہ جوش زندگی اور استیلائے شوق حیات کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح بیدل (عارفانہ اور روحانی رنگ میں ہی سہی) انسانی فوقیت اور انسان کی روشن تقدیر کے بھی قائل ہیں۔ اقبال کے یہاں بھی یہ تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔" (25)

اقبال کے یورپ میں پی ایچ ڈی کی تحقیق کے دوران ایران میں عجمی تصوف کے موضوع کے حوالے سے فارسی ادب زیادہ زیر مطالعہ رہا۔ انہوں نے فارسی زبان و ادب کے بعض شعرا کے فکری رجحانات کے اثرات کو قبول کیا۔ ان میں مولانا روم بہت اہمیت کے حامل ہیں جن کے کلام نے اقبال کے فلسفہ حیات کو بے حد متاثر کیا۔ مولانا روم کے ساتھ اقبال کی دلی وابستگی تھی دونوں کے خیالات میں ایک خاص ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ فلسفہ خودی اور فلسفہ حیات میں اقبال رومی کو اپنا استاد اور پیر مانتے تھے۔ اقبال نے اس کا اعتراف بھی کئی جگہ کیا ہے مثلاً:

پیر رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد
موجم و در بحر او منزل کنم
تا در تابندہ حاصل کنم (26)

علامہ اقبال نے فارسی کی کلاسیکی روایت سے بھی اثرات لیے۔ ان کے فکرو فن پر مولانا جلال الدین رومی کا گہرا اثر ہے جنہیں وہ "پیر رومی" اور خود کو "مرید ہندی" کہتے تھے۔ اقبال نے "اسرار خودی"، "رموز بے خودی"، "جاوید نامہ"، "زبور عجم" میں شامل "بندگی نامہ" اور "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" مولانا رومی کی "مثنوی معنوی" کی تقلید میں وزن اور صنف بھی مثنوی کی رکھی۔ مولانا رومی کی مثنوی کے چند اشعار اقبال نے "جاوید نامہ" میں حصہ "فلک مشتری" میں تضمین کیا:

"بود گبرے در زمان با یزید
گفت اور را یک مسلمان سعید" (27)

علامہ اقبال اور مولانا روم دونوں عظام کی فکر کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ رومی کی مثنوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "ہست قرآن در زبان پہلوی" اور اقبال کی تحریروں میں بھی یہ اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ فلسفہ خودی و بے خودی جس کے بارے میں اقبال نے لکھا کہ میرے افکار کی اساس قرآن پر ہے۔ اگر میں نے اس کے سوا کچھ کہا ہے تو آخرت میں مجھے آپ کی رحمت میسر نہ ہو:

گر دلم آئینہ بے جوہر است

ور بحر فم غیر قرآں مضمیر است
 اے فروغت صبح اعصار ودہور
 چشم تو بیندہ ما فی الصدور
 پردہ ناموس فکرم چاک کن
 ایں خیاباں راز خارم پاک کن
 روز محشر خوار و رسوا کن مرا
 بے نصیب از بوسہ پاکن مرا (28)

"اسرار خودی" کی تخلیق میں اقبال، مولانا رومی اور شیخ بوعلی قلندر پانی پتی کی مثنوی سے بھی متاثر ہوئے۔ انہوں نے اس مثنوی کی تخلیق کا اصل محرک بھی مولانا رومی کو قرار دیا۔ وہ مولانا رومی کے کلام میں موجود سوز و گداز نے بھی انہیں متاثر تھے۔ قبائل فارسی شناس تھے لیکن وہ اہل زبان نہیں تھے۔ "اسرار خودی" کے دیباچے میں وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

شاعری زیں مثنوی مقصود نیست
 بت پرستی بت گری مقصود نیست
 ہندیم از پارسی بیگانہ ام
 ماہ نو ہاشم تہی پیانہ ام
 حسن انداز بیاں از من مجو
 خوانسارو اصفہاں از من مجو (29)

علامہ اقبال نے مولانا روم کے اشعار کی تفسیر بھی کی:

سرحق کے بر تو گردو منجلی
 اے گرفتار ابو بکر و علی
 چہ عجب اگر دو سلطان بہ ولایت نہ گنجد
 عجب ایں کہ می نہ گنجد بد و عالمے فقیرے (30)

سعدی شیرازی کے ایک شعر کو علامہ اقبال نے اپنے انداز میں "پیام مشرق" میں "الملک اللہ" میں یوں بیان کیا:

خیابان بہار ۲۰۲۳ء

خنید و دست خویش بہ شمشیر بر دو گفت
ہر ملک ملک ما ست کہ ملک خدای ما ست (31)
مرد خدا بہ مشرق و مغرب غریب نیست
چند آنکہ می رود ہمہ ملک خدای اوست (32)

"بوستان" میں سعدی شیرازی کے خودی پر مبنی کچھ اشعار کو اقبال نے "پیام مشرق" کے قطعہ "قطرہ آب" میں تضمین کیا:

مرا معنی تازہ مدعا ست
اگر گفتمہ را باز گویم ازوست
"یکی قطرہ باران زا ابری چکید
نخل شد جو پہنای دریا بدید
کہ جای کہ دریا ست من نیستم
گر او ہست حقا کہ من نیستم" (33)

اقبال نے بعض اوقات فارسی کے مطالب کو اردو میں ادا کیا ہے جیسا کہ ان کی نظم "گدائی سبک خراسانی کے شاعر
"انوری کے قطعے سے اخذ کی گئی۔ مثلاً اقبال لکھتے ہیں:

میکدے میں ایک دن اک رند زیرک نے کہا
ہے ہمارے شہر کا والی گدائے بے حیا (34)

سبک خراسانی کے شاعر انوری لکھتے ہیں:

آن شنیدی کہ روزی زیر کی با ا بلہی
گفت کین والئی شہر ما گدائی بی حیا ست

جامعہ عثمانیہ کے شعبہ ایرانیات کے معلم ایرانی دانشور سید محمد علی نے علامہ کی فارسی شاعری کو ایران میں
متعارف کرایا انہوں نے "اقبال و شعر فارسی" کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا، جو 1930ء میں ایران میں محیط طباطبائی کو ملا اس
حوالے سے وہ اقبال کو ایران میں متعارف کروانے کے حوالے سے سید محمد علی کی خدمات کو سراہتے ہیں۔ جہاں اقبال کے
فارسی کلام کو چاہنے والے ہیں وہیں کچھ ناقدین نے ان کی فارسی زبان دانی پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ اقبال

کا اپنی تحریروں میں ہندوستانی فارسی کا استعمال ہے۔ انہوں نے خود کو "ہندی" کہا ہے اور ان کا لہجہ بھی ہندی فارسی کا ہے نہ کہ ایرانی فارسی کے مطابق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان کی زبان بڑی فصیح و بلیغ تھی ایسے ناقدین کے حوالے سے ممتاز حسن کا بیان ہے کہ "اقبال کی زبان پر وہی ایرانی اعتراض کر سکتا ہے جو سعدی اور حافظ کی زبان پر بھی اعتراض کرنے کے لیے تیار ہو۔" (35) حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری نے فارسی شعر و ادب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ الغرض اقبال کی شاعری پر فارسیادبیات کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ انہوں نے فارسی کے تمام اسالیب سے فائدہ اٹھایا اور فارسی کے تمام بڑے بڑے دانشوروں سے مستفید ہو کر اپنا منفرد اسلوب متعارف کرایا ان کی فارسی شاعری میں لفظی و معنوی سطح پر اقبال نے تبدیلیاں پیدا کیں، نئی تراکیب و اختراعات معنوی کے ذریعے اپنی الگ شناخت بنائی۔ ان حوالے سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"فارسی شاعری میں اقبال کی آواز منفرد اور ممتاز ہے۔ سادگی و سادہ بیانی اور کلاسیکی روایات کی پاسداری کے باوجود اُن کے بے باک انقلابی لہجے، تخیل کی رنگینی، اور جولانی، فکری و اسلوبی ابداعات، لفظی اور تراکیبی اختراعات، غنائیت اور ڈرامائیت نے شعر اقبال کو فارسی شاعری کی تاریخ میں ایک ایسا مقام عطا کیا ہے کہ انہیں روایتی انداز کے لسانی اور شعری دبستانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مخصوص و منسلک نہیں کر سکتے۔" (36)

علامہ اقبال کی شاعری عمومی فارسی روش سے مختلف ہے۔ ان کا یہ اجتہادی انداز نظر ان کے فطری تنوع اور جدت کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے ان فارسی شعرا کے کلام کو اپنے شاعرانہ تخیل سے آمیز کر کے ایک نئے بیبرائے میں نئے جہان معنی کے ساتھ پیش کیا اور ان کی فنی لطافت و نزاکت میں اضافہ کیا۔ اُن کے کلام میں موجود تشبیہات و استعارات کا نظام اور کنائی اسلوب نہ صرف ان کی تحریر کے حُسن میں اضافہ کرتا ہے بلکہ نئے جہان معنی کی بنیاد استوار کرتا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے فارسی شعر و ادب سے اپنے مزاج اور تخلیقی رویے کے مطابق خوشہ چینی کی لیکن اپنی شخصیت کے منفرد اظہار سے آمیز کر کے کلاسیکی ایرانی و ہندی شعرا میں فارسی گوئی کے حوالے سے اپنی الگ شناخت پیدا کی، جس میں تصوف، مقصدیت، تاریخ، موعظت اور جوش و ولولہ کی روایت کو ایک نئے انداز سے آگے بڑھانے کی سعی ملتی ہے۔ انہوں نے فنی اعتبار سے جہاں روایت سے کچھ اخذ کیا وہیں اپنے منفرد امید افزا فکر و خیال سے فارسی شاعری میں جان ڈال دی۔ انہوں نے اپنے فارسی کلام میں ہئیت اور نئی تکنیک کے تجربات کے ذریعے فارسی زبان و ادب میں نئے باب کا آغاز بھی کیا۔ یہی وجہ ہے کہ

خیابان بہار ۲۰۲۳ء

ان کی شخصیت اور فن کا انفرادی رنگ ان کے کلام میں جا بجا نمایاں ہے اور یہی ان کا خاص وصف ہے جو بہت کم شعرا میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے علم و حکمت اور شاعری کے فن میں ایک گہرا تعلق پیدا کیا، جس کی تعریف فارسی کے بڑے بڑے علما و شعرا نے بھی کی اور انھیں بہترین الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ عبدالشکور احسن۔ ڈاکٹر، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ۔ لاہور: اقبال اکادمی ۱۹۷۷ء۔ پیش لفظ، ص ۷،
- ۲۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، فارسی، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1985ء، ص 538
- ۳۔ عبدالشکور احسن، ڈاکٹر، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، ص 9
- ۴۔ ایضاً، پیش لفظ، ص، ح
- ۵۔ مظفر حسین برنی، سید، (مرتب)، کلیات مکاتیب اقبال (جلد اول) دہلی، اردو اکادمی 1993ء، ص 333
- ۶۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص ۱۱-۱۲
- ۷۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، مرتب، اقبال بحیثیت شاعر، لاہور، مجلس ترقی ادب، 2007ء، ص 182
- ۸۔ یونس جاوید، مرتب، اقبالیات کی مختلف جہتیں، لاہور، بزم اقبال، 1988ء، ص 195
- ۹۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، مرتب، مقالات اقبال، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۶۴ء، ص ۹۷
- ۱۰۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص ۷۰۵، ۳۲۰
- ۱۱۔ ایضاً، ص ۳۴۱
- ۱۲۔ ایضاً، ص 75
- ۱۳۔ شمس الدین محمد حافظ شیرازی، خواجہ دیوان خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی، ایران، باہتمام محمد قزوینی و دیگر قاسم غنی، تہران، کتابخانہ عروار، چاپ سینا، سنہ ندارد، ص ۸
- ۱۴۔ ماہ نو، لاہور، نومبر 1982ء، اقبال نمبر، ص ۱۶۴
- ۱۵۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص 329
- ۱۶۔ عبداللہ، ڈاکٹر، سید، اعجاز اقبال، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۷۷

خیابان بہار ۲۰۲۳ء

- ۱۷۔ فرزانہ ماجد، مقالہ نگار، فارسی کے مشہور شعری اسالیب اور علامہ اقبال کا فارسی شعری اسلوب، مقالہ ایم فل اردو، نگران ڈاکٹر کلثوم فاطمہ، سید، اسلام آباد، مخزنہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ص 318
- ۱۸۔ فریدنی، محمد حسین، مشائخ، نوای شاعر فردا، بنیاد فرہنگ ایران، تہران، ۱۳۵۸ ش، مقدمہ، ص ۱۰
- ۱۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اقبال سب کے لیے، کراچی، اردو اکادمی سندھ، ص ۳۹۷
- ۲۰۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص ۴۰۲
- ۲۱۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، مترجم و مرتب، مطالعہ بیدل۔ فکر برسگساں کی روشنی میں از علامہ محمد اقبال، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۵ء، ص ۷
- ۲۲۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، اردو، ص 35
- ۲۳۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص 363
- ۲۴۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، اردو، لاہور، اقبال اکادمی، 1994ء، ص 276
- ۲۵۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، اعجاز اقبال، ص ۸۱
- ۲۶۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص ۹
- ۲۷۔ ایضاً، ص 709
- ۲۸۔ ایضاً، ص ۱۶۸
- ۲۹۔ ایضاً، ص ۱۱
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۴۰۲
- ۳۱۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص 299
- ۳۲۔ محمد علی فروغی، مرتب، کلیات سعدی، تہران، موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۶۵، ص ۴۲۸
- ۳۳۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، فارسی، ص 282
- ۳۴۔ محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال، اردو، ص 444
- ۳۵۔ ماہ نو، لاہور، اپریل ۱۹۵۱ء، ص ۶۱
- ۳۶۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، لاہور، اقبال اکادمی، ۱۹۸۲ء، ص ۷۵

خيامان بهار ۲۰۲۳ء